جو جواز طبل و دف پر ختنہ اور شادی مین وارد کیا ہے کہ "جواز حکم کا مناط اور علت اعلان و شہرت نہین ہے بلکہ اُن کا مستند بھی روایت ہے" یہ غیر مسلم ہے اُسی روایت مین علت بھی موجود ہے اعلنوا النکاح واضربوا علیہ بالغربال اعنی الدف یعنی اعلان کرو نکاح کا اور بجاؤ اُس مین دف کو خصوصیت سے اعلان کی جہت سے جائز کیا ہے لہو و لعب کی غرض سے ہو تو ہرگز جائز نہین ہے جن علماء نے محض روایت سے اسناد کیا ہے اُنھون نے غفلت کی ہے اس لیے کہ ضرب دف اگر لہوا ہو تو جائز نہین صرف ایک غرض صحیح جس کا ذکر حدیث مین ہے وہی جائز ہے۔ اور اسی مقام سے معلوم ہوا کہ ہر آلہ مذکورات مین سے موضوعات محرمہ سے نہین ہے اور اگر ہے بھی تو تصرف اُسکا امر حلال مین جائز ہے۔ اور ابن ادریس و صاحب تذکرہ اور صاحب کفایہ کا انکار بلا وجہ ہے جبکہ شرایع مختصر نافع ارشاد سرایر قواعد دروس مبسوط خلاف مین قائل بجواز ہین اور شیخ الطائفہ نے دعویٰ وفاق فرمایا ہے جیساکہ شرح کبیر مین ہے اور ایسے اکابر و فحول علماء کا ضعف روایت پر ملتفت نہ ہونا اور غیر معتبر ماخذ سے اخذ کرنا غیر مقبول ہے خصوصاً دعویٰ وفاق شیخ الطائفہ کا"

اور یہ درست ہے کہ عمومات نصوص سے اُسی وقت خروج درست ہے جبکہ کوئی مخصص قوی معتبر موجود ہو لیکن عمومات نصوص سے اُسی وقت خروج ہو گا جبکہ ہم نصوص کو عام قرار دین دعوے یہ ہے کہ روایات خاص ہین لہو و لعب مین اور جو عام ہین اُن کے مخصص وہ روایات ہین جن مین لہو و لعب مذکور ہے پس حرمت منحصر لہو و لعب مین ہو گی اور جواز اُس کا باقی رہے گا منجملہ اُن کے نکاح و ختان بہ غرض اعلان ہے جیساکہ اخبار مین ہے اور شیخ الطائفہ مدعی وفاق ہین پس جبکہ مناط جواز قطعی اور مشترک

...ہو یا تعزیہ و ماتم اور جن علماء نے

ختان وعرس مین جواز کو منحصر کیا ہے اُنھون نے استنادِ خبر کی وجہ سے ایسا کیا ہے اور غفلت
کی ہے علت مرویہ سے اور غرض وغایت کو حلت وحرمت مین دخل نہ ہونا تحکم محض ہے
سیکڑون احکام علت وغایت کی بنا پر ہوتے ہین۔ اور قیاس کہنا جوازِ عزاداری کو ختان
وعرس پر قیاس منصوص العلّۃ بلکہ قیاس بالا ولویّت ہے جو اجماعاً جائز ہے۔ اور بعض علما
کا منحصر کردینا جواز کو دف وطبل کے ختان وعرس مین غفلت ہے علت سے اور قطع نظر
اس کے طبل حربی کے جواز کا قائل ہونا جیسا کہ لمعہ وشرح لمعہ مین ہے آپ کے اس انحصار
کو توڑتا ہے انحصار اگر ہوتا تو یہ شکل ثالث جواز کی کہان سے نکلتی اور اس قول کا ضعف
بے دلیل ہے اور ما نحن فیہ سے غیر متعلق کہنا مکابرہ ہے یہی وہ مثالین ہین جن سے معلوم
ہوتا ہے کہ اشیاے محللہ مین استعمال انکا جائز ہے۔

رہا صاحب جواہر کا یہ ارشاد کہ "اگر فرض کیا جاوے کہ شے کے واسطے دو منفعتین مقصود
ہین ایک حلال دوسرے حرام تو حکم حلت وحرمت کا مدار قصد پر ہوگا" اور معترض کا اس
قول کو تسلیم کرکے یہ کہنا کہ "یہ حکم اُنھین چیزونمین جاری ہوتا ہے جنکی دو غایت حلت وحرمت
مین مستقل موجود ہون جیسا کہ انگور مین ہے نہ یہ کہ خواہ مخواہ کسی فعل حرام مین حلت کی نیت
فرض کرلیجاوے جیسا کہ باجہ مین آپنے علت کی نیت فرض کرلی ہے" جناب من "مستقل
موجود ہونا" کہان سے نکالا صاحب جواہر تو استقلال وغیر استقلال کا کچھ بھی ذکر نہین فرماتے
یہ آپ کی ایجاد ہے اور جس پاک نیت پر آپ بدنیتی سے حملہ کررہے ہین بیشک "دارو مدار
اُسی نیت پر ہے صاحب جواہر نے بھی یہی نیت فرمائی ہے جس کو آپ نے تسلیم کرلیا ہے
"ولو فرض ان للشیٔ منفعتین مقصودتین احدیہما محللۃ والاخری
محرمۃ دار الحکم مدار القصد" یعنی اگر فرض کیا جاوے کہ شے کیواسطے دو منفعتین مقصود
ہون ایک حلال دوسرے حرام تو حکم حلت وحرمت کا مدار قصد پر ہوگا، قصد کے معنی
نیت نہین تو کیا ہین۔ پھر اگر استقلال بھی شرط ہو تو فرمائیے [illegible]

کیا ارشاد ہوگا وہان مستقل کونسی غایت ہے اور نیت و قصد کس شے کا ہے اور اُن کی حفاظت محض قصد و نیت تردید وغیرہ سے جائز و مباح ہوئی تھی یا غایت مستقلہ کیوجہ سے غایت مستقلہ اُس کی گمراہی ہے۔

اور ماتمی باجہ کو شراب کے دور سے قیاس کرنا قیاس شیطانی ہے پہلے ماتمی باجہ کا فعل حرام ہونا ثابت کیجیے پھر قیاس فرمائیے۔

باجہ کا شادی ہی مین بجنا اور یہ انحصار غلط ہے حزنی باجا اور ماتمی باجہ زبان زد خواص و عوام ہے۔

اور عہد حضرت غفرانمآب علیہ الرحمہ سے مجالس عزا مین باجا بجنا اور علماء کا منع نہ فرمانا اور سننا اور شریک ہونا بیشک مؤید جواز ہے اور آپ کا نہ سمجھنا سمجھ کا پھیر ہے اس لیے کہ علماء سابق کو بسط ید تھا شرائط امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فقدان اُن کے عہد مین نہ تھا تحریر و تقریر مین کون مانع تھا خصوص خود اُن کی مجالس مین جسکی خود بنا کی ہو اور کربلا و نجف و سامرہ و کاظمین و ایران و حجاز مین ماتم کے ساتھ بجایا جانا باجون کا بیشک مؤید جواز ہے کیا کہین کسی عالم کے لیے شرائط نہی عن المنکر کا وجود ہوا ہی نہین یا ان مقامات پر علماء نہ تھے خود کیون سنتے اور شریک ہوتے ہین اُن کی شرکت و سماعت اور تحریر و تقریر مین ممانعت نہ کرنا یہ سب باتین بیشک مؤید جواز ہین اور سمع و استماع مین بیشک فرق ہے مجلس غنا مین جانا کوئی اسکو سمع نہین کہے گا ایسی مجلس کی شرکت بیشک استماع ہے اور احادیث مین اُس کی ممانعت ہے پس اگر ماتمی باجہ سننا حرام ہے تو ایسی مجلسون مین شرکت بھی حرام ہوگی حالانکہ سب شریک ہوتے تھے۔ اور اسکو داڑھی منڈانے پر اور دیگر مناہی مین مبتلا ہونے پر قیاس کرنا قیاس مع الفاروق ہے اس لیے کہ قوم کے ساتھ علماء کی شرکت ان گناہون مین نہین ہوتی ہے بخلاف ماتمی باجہ کے جسطرح سے بجانا اُس کا ناجائز ہے سننا

بجانا سننا چاہیے وہان طبلہ کی تھاپ کیون نہین سنتے گاتا ہونے دین اور مولوی صاحب پردہ کے پاس سے وکالت حاصل کر لیا کرین پس اگر علماء کو دوسرون کے افعال مین مجبوری ہے تو اپنے افعال مین کیا مجبوری ہے خود کیون سنتے ہین اور بیشک یہ دلیل جواز ہے اور یہ استدلال بھی کوئی انوکھا نہین ہے محقق اردبیلی رح فرماتے ہین وہ مراثی غنا سے مستثنیٰ ہین اور فرمایا ہے کہ حرمت اجماع سے جس چیز کی ثابت ہے وہ غیر مراثی مین ہے اور اخبار صحیح نہین ہین اور نہ مطلق تحریم مین صریح ہین اور تائید مین استثناء مراثی کے فرمایا ہی کہ بکا و تفجیع مطلوب و مرغوب ہے اور اس مین ثواب عظیم ہے اور غنا اُس کا معین ہوتا ہے اور یہ طریقہ ہمیشہ سے متعارف ہے بلاد مسلمین مین ہمارے مشائخ کے عہد سے ہمارے زمانہ تک بغیر انکار پھر اپنی تائید مین جواز نیاحہ و جواز اخذ اُجرت کو نقل فرمایا ہے کہ جو ناجائز ہے مگر ذکر مصائب آئمہ ہدیٰ مین جائز ہے پھر فرماتے ہین حرمت غناء مطرب کی ہی اور مراثی مین طرب کہان ہوتا ہے بلکہ حزن ہوتا ہے انتہی۔ اب فرمائیے مولانانے تو عہد حضرت غفرانمآب پر قناعت کی ہے مقدس اردبیلی رح تو اپنے مشائخ کے زمانہ سے بلاد اسلام مین متعارف فرماتے ہین جس مین عراق و حجاز شام و یمن سبھی داخل ہین سیکڑون سال کا یہ علماء مین رواج ہے معترض صاحب تو مولانا کے چند روزہ عراق و حجاز کے متعارف امر سے چراغ پا تھے اور انکار فرماتے تھے۔

اور صدوق علیہ الرحمہ بھی مستثنیٰ فرماتے ہین غنا کو تلاوت قرآن و وعظ و فضائل وغیرہ مین اور قایل بجواز ہین۔

اور ملا محسن کاشانی رح وافی مین اجازت دیتے ہین بلکہ راجح قرار دیا ہے پس ایسے ایسے اکابر متقدمین و متاخرین جب قائل بہ جواز ہون تو ایسے ملا فاضل کا قول کب قابل التفات ہے خصوص جبکہ علماء عراق و ایران کے جنازون بلکہ اشراف و سادات کے جنازون

تازہ تشریف لائے ہین اور بعض مجاورین عراق حال وارد ہند سے دریافت کیجیے۔

یہ بیان تو اُن باجون کے جواز کے متعلق تھا جو بنا بر معترض کی تحقیق کے خاص بلاہی کیواسطے موضوع ہین مثل جھانج نفیر بوق دف وطبل وغیرہ کے اب سنیے اُن باجون کو جن کی وضع بلا نکیر لہو کے اغراض کے لیے نہین ہوئی ہے بلکہ وضع اُن کی خاص حرب کے لیے ہے مثل اُن انگریزی باجون کے جو لڑائی مین استعمال ہوتے ہین اور عرف مین بھی فوجی باجہ کہلاتے ہین اُن کے بجانے مین تعزیہ وعلم کے ساتھ تو کوئی اشکال ہی نہین ہے آپ کے استدلال کی بنا پر بھی اور مولانا سید ناصر حسین صاحب کے استدلال کی بنا پر بھی کیونکہ آپ کے وہ نام نہاد غرض جو مولانا موصوف کے ارشاد سے مستنبط ہے ان باجون مین بداہتًا نہین ہے پھر جو آلات لہو نہین وہ تو ضرور جائز ہون گے مولانا کے ایک شایع شدہ مسئلہ مین ہے "بعض آلات خاص صدائے لہوی کے لیے وضع ہوتے ہین اور بعض صدا کے لیے وضع نہین ہوتے ہین اگرچہ ممکن ہے کہ کام اُن سے صدا کا لیا جاوے مثلاً دف وئے وغیرہ خاص اُن کی وضع صدائے لہوی کے لیے ہو اگرچہ اُس مین مثلاً صدائے نوحہ پیدا کرے یا صدائے ماتم پس اس سے وہ جائز الاستعمال نہ ہو جاوین گے اور مثل ظرف یا زنجیر دروازہ ہے کہ وہ صدا کے لیے نہین ہے مگر ممکن ہے جو کہ کام اُس سے صدا کا لین خواہ صدائے لہوی کا کام کہ اُس کو بعنوان آلات لہوی جیسے تال وسُر پر منطبق کرے اور اُسے عنوان لہو سے بجادے تو وہ ناجائز ہوگی اور اگر کسی کو آگاہ کرنے کو یا دروازہ کھلوانے کو بھی کھٹکھٹائے تو جائز ہوگا اسیطرح پر یہ آلہ فونوگراف بھی نظر قاصر مین ہے کہ اس کی بنا اور وضع آلات لہوی کے لیے نہین ہے بلکہ اس کی وضع حفظ وادائے مطلق الفاظ واصوات کے ہے پس جس عنوان سے اسکا استعمال کیا جاوے گا اُسی عنوان کا حکم اُسپر ہوگا۔ پس اگر صدائے غیر لہوی سے بھرا ہو

علی الاظہر واللہ یعلم جناب معترض صاحب اس تحریر سے سبق لیے ہین - اولا - دف دنے کا خاص صدائے لہوی کے لیے وضع ہونا شاید واضع دف نے بوقت وضع کہدیا ہو کہ ہمنے اعلان واظہار شوکت وشان کے لیے وضع نہین کیا ہے نہ فوج کے استعمال کے لیے کسی تاریخ مین شاید لکھا ہو کہ وضع اسکی محض لہوی ہوئی ہے -

ثانیا - وضع ہونے اور صدائے لہوی کے لیے معد ہو جانے مین بظاہر فرق معلوم ہوتا ہے جبھی تو فونوگراف جائز ہے ہر چند کہ اب وہ معد ہے صدائے لہوی کے لیے اور اسلیے آلہ غنا کہلاتا ہے عرفا قطع نظر اسکے موجد نے اس آلہ کے وضع خالی از لہو نہین کی ہے خود آلہ آلہ لہو ہے لیکن جائز فرمایا گیا ہے -

ثالثا - صدائے لہوی کا انحصار "تال وسر پر منطبق کرنا" یہ بھی نئی اصطلاح ہے اور جدت آفرینی ہے جو صدا تال وسُر پر منطبق ہو وہ لہوی ہو جاوے - یا جو صدا تال وسر پر منطبق نہ ہو وہ لہوی نہ ہو یہ بھی نئی بات ہے - لیکن ہمکو اس موقع پر اس قسم کی باتون سے بحث نہین ہے بحث اس امر سے ہے کہ جو آلات صدائے لہوی کے لیے وضع نہ ہوئے ہون اُنکا استعمال اور اُنسے صدائے جائز نکالنا جائز ہے لہذا فوجی باجہ جسکی وضع یقینی لہوی نہین جبتک اُس سے صدائے لہوی نہ نکالین جائز ہوگی اور شاید یہی وجہہ ہے کہ انگریزی درباروں مین اور گارڈن پارٹیون مین شرکت اور بینڈ وغیرہ سننا جائز ہے پس بنا بر تحریر مولانا اُنکے نزدیک بھی فتوے مندرجہ ردالمغالطہ صفحہ ۱۶ مین تمام باجون کی ممانعت نہین ہے اولڈ فیشن باجون کی ممانعت ہے وبس - اور جناب مولانا سید نجم الحسن صاحب قبلہ کے جواب مسئلہ مین بھی حکم قطعی ممانعت کا نہین ہے جیسا کہ فرمایا ہے "مگر جواز خالی از اشکال نہین ہے لہذا اجتناب چاہیے" یہ حکم قطعی نہ دینا تعارض ادلہ کیوجہ سے ہوا ہے -

راقم اثم سید علی گوہر نبیرہ سلطان العلماء

طلب الثار بسفک مہج العلماء الاخیار

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللھم لک الحمد حمد الشاکرین لک علی مصابھم الحمد للہ علی عظیم رزیتی اللھم ارزقنی شفاعۃ الحسین علیہ السلام یوم الورود وثبت لی قدم صدق عندک مع الحسین علیہ السلام واولاد الحسین علیھم السلام واصحاب الحسین علیھم السلام الذین بذلوا مھجھم دون الحسین علیہ السلام والعن اللھم علی قاتلیھم وسافکی مھجھم ومنکری مناقبھم ومصائبھم ماکرت اللیالی والایام۔

امابعد کہتا ہے اقل الوریٰ سید محمد سبط ابن العلامۃ الفہامۃ ثانی علم الہدیٰ ابن سلطان العلما جناب السید مرتضی اوستاذ المعروف فی المشرقین الجناب المولوی السید حامد حسین اعلی اللہ مقامھم کہ مین اگرچہ علما کاملین وفضلاء متفقہین مین نہین لیکن پھر بھی جاہلین متعصبین وجاحدین ومنکرین فضائل علما ہادین مہدیین مین بھی نہین ہون اور اکثر خدمت علماء اعلام وفقہاے کرام اپنے آباء عظام واعمام ذوالاحترام مین حاضر رہا ہون اور اونکی تحقیقات وتدقیقات وافادات سے مستفیض ہوتا رہا ہون عرصہ چند سال کا ہونے آتا ہے کہ جب سے بعض فضلاء روزگار نے انکار عقد حضرت قاسم علیہ السلام پر اصرار شروع کیا ہے اور اسدرجہ اسکو کذب ودروغ ووضع کی حد مین لاکر ممنوع ومنہی عنہ قرار دیا ہو کہ شاید وہ شرائط امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے جو دیگر ماموراتِ ومنہیات مین ہین اسمین شرط نہین رکھی کہ نہی وممانعت مین اسکے سب وشتم وحرب وضرب تک کی نوبت پہنچا دینے پر راضی ہین جیسا کہ واقعات مشک گنج وغیرہ اسکے شاہد ہین رسائل مین برابر علماء پر سب کیا جاتا ہے اور لفظ بطال وہزال ومتقول تو گویا القاب مین اون علما کے داخل ہے جو اس روایت عقد حضرت قاسم علیہم السلام کو اپنی کتب مقاتل مین لکھ گئے ہین یا فتوی پڑہنے کا اور سننے کا اور اوسکو منکر ردنے کا دیتے ہین۔ مجھے ان رسائل منکرین کی رد کی طرف کچھ ایسا خیال بھی نہ تھا اور مین حسب فتاداے علماے عصر اسکے استماع سے انکار واجتناب نکرتا تھا اور نہ انکار واجتناب کی کوئی وجہ تھی اور نہ ہو۔

کہ اتفاقا ایک صحبت مین جناب فضائل انتساب مولوی السید ابو الحسین صاحب بافضیلت سے جنکا

وہ رسالہ سفک المہج لیے ہوے بعض حضرات اعزاے کرام نجبہ یہان تشریف لائے اور ہمارے خاندان

کے بعض فضلا و علما وہان موجود تھے اونمین سے بعض سے کچھہ بحث ہونے لگی اور مجھسے بھی کچھہ تقریر ہوئی

اور اوسوقت وہ تقریر ایسی بن پڑی کہ جناب مولوی صاحب باوجود اپنی تقریرات و تحریرات کے بند ہوگئے

اور جواب نہ دیسکے۔ لہذا اوس تقریر عام فہم و مستحکم کا لکھنا مناسب معلوم ہوا تاکہ عوام و بعض خواص

بھی جو جناب مولوی صاحب کے ہمزبان و ناصر و مداون ہورہے ہین آگاہ و واقف ہوجائین اور

نام اسکا طلب الثار بسفک مہج العلماء الاخیار رکھا۔ واللہ ولی التوفیق وہو یہدی من

یشاء الی سواء الطریق۔ واضح ہو کہ جناب مولوی صاحب نے اپنے رسائل قول صواب و تقریر

حاسم و سفک المہج مین تطویل بلاطائل کو حجم رسالہ بڑہانے کے لیے صرف فرمایا ہے۔ علماء اعلام

کی تضعیف و توہین بلکہ سب و شتم کا کوئی دقیقہ اوٹھا نہ رکھا ہزال و بطال و مغفل کا خطاب و

لقب دے رکھا ہے لفظ بلفظ اگر بمفاد فدناہم کما دانو مین بھی ویسا ہی لکھتا تو معفو ہوسکتا تھا مگر

مین نے اس شعر پر عمل کیا صفحنا عن بنی ذہل وقلنا القوم اخوان۔ اون الفاظ کا مواخذہ نہین

کیا اور بالاختصار جواب دیا و من لا یکفیہ الیسیر لا یکفیہ الکثیر۔ پر خیال کیا۔ جناب مولوی صاحب

جواب باصواب لاجواب آپ کے قول صواب کا تو یہ ہے کہ یہ کون کہتا ہے کہ روایات کاذبہ و

دروغ و موضوع قطعی کا پڑہنا فضائل و مناقب و مصائب مین بغیر بیان حال جائز ہے۔ اگر آپ کو

مجوزین ذکر روایت عقد حضرت قاسمؑ کی طرف اسکا خیال ہے تو آپ کا خیال غلط و باطل ہے۔

اور اگر باوجود علم کے اونکے قول صحیح و حق سے اسکی نسبت دیتے ہین تو کذب و دروغ ہے۔ اور اگر اسکی

نسبت آپ دیتے ہین باوجود عدم علم کے تو اتہام ہے اور اگر آپ سمجھے ہی ایسا ہین تو آپ کے فہم کا قصور ہے۔

اور اگر قاعدہ تسامح فی ادلۃ السنن کے مسئلہ کو لیجیے کہ وہ ان وقائع و قصص و حکایات سے متعلق نہین

ہے تو یہ بھی مسئلہ مختلف فیہ ہے۔ اکثر علمانے اس قاعدہ کو ان وقائع و قصص و حکایات کو شامل

لیا ہے اور بعض نے اسکو شامل نہین ٹھہرایا چنانچہ دونون باتین آپ ہی کہ قول صواب سے بھی ظاہر

ہوتی ہین منتہاے امر یہ ہے کہ آپ کا قول عدم شمول کا ہوہوا کرے۔ آپ کا قول آپکے مقلدین کے لیے

مفید ہے نہ دوسرے علما کے لیے اور اونکے مقلدین کے لیے۔ اور اگر بنظر انصاف آپ ملاحظہ فرمائین

در بیان رسالہ قول صواب

تو آپ ہی انہی مجبوں سے قائل ہوتے ہین ایسے تو اون و جبکہ ...
کو شامل کیا ہے تو ظاہر ہے کہ وہ لفظ روایات سے اسے شمول کو سمجھے تھے اور اونکا زمانہ زمانہ صدور احادیث
وتفاہم مراد کا آپ کے زمانہ سے قریب تھا او سوقت کچھہ ایسے قرائن حالیہ یا مقالیہ اونکے لیے موجود تھے جسکے
سبب سے وہ قائل اسکے ہوے آپکے زمانہ مین وہ قرائن مفقود ہین تو آپ بمفاد افعال المسلمین محمول علی الصحۃ
اونکے قول پر جو آپ سے کہین علم وفضل وامانت و دیانت و ورع وتقوی مین زیادہ تھے اعتماد فرمایا ہوتا۔
ثانیاً یہ کہ اگر قطع نظر کیجیے اون علما متدینین مثل شہیدین وغیرہما پر اعتماد کرنے سے تو ہم کہتے ہین کہ بفحوائے
روایات مذکورہ قاعدہ ادلۃ السنن حاکم ہے مشمول پر ان روایات وقائع کے بھی۔ اسلیے کہ محل عمل و
تکلیف مین ولو من حیث الاستحباب والکراہۃ روایات ضعیفہ پر اعتماد من حیث العمل بر جاء
ثواب بلا تحقیق وتنقیح واقعیت و عدم واقعیت کے جائز ہے تو روایات مناقب و مصائب مین
روایات ضعیفہ پر اعتماد بحیثیت استماع واستماع بر جاء ثواب کیونکر جائز نہو گا۔ اور اگر آپ اسکو نہ مانین
تو پھر وہی کہنا پڑیگا کہ آپ کا قول آپ کو اور آپکے مقلدون کو مبارک رہے دیگر علما پر اور اونکے مقلدین
پر نافذ و حجت نہین ہے۔ اچھا ہمنے علی سبیل التنزل آپکے قول کو تسلیم بھی کر لیا کہ قاعدہ تسامح ان
قصص و وقائع و فضائل و مصائب کو شامل نہین ہے تو اس سے تو ہرگز گریز نہین ہو سکتی کہ اتفاقاً کلمات
واجماعاً یہ ثابت ہے کہ فضائل و مناقب و مصائب و قصص و حکایات مین صحت وضعف روایات کا
اعتبار نہین ہے حتی کہ صاحب شرح مفاتیح نے بھی یہی لکھا ہو جو کہ اخباری ہین پس روایات ضعیفہ کا
پڑہنا اور سننا جبکہ جائز ومباح ہوا عام اس سے کہ متعلق امر دینی یا دنیوی تو توسل کرنا ان روایات سے
فضائل ومصائب ائمہ علیہم السلام مین کیونکر حرام وناجائز ہوگا۔ خصوصاً جبکہ منقول عنہ کا یا راوی کا
حوالہ بھی دیدیا جاے۔ یہان تک تو آپ کے قول صواب کی رد کے لیے کافی و وافی ہے اگر آپ
بنظر انصاف ملاحظہ فرمائین۔ اور اس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ روایات ضعیفہ کا پڑہنا اور سننا جائز
ومباح ہے جب تک خلاف عقائد حقہ نہو یا حد کذب ووضع تک نہ پہنچے۔ اور جو امر مباح وجائز ہے
اوسکا استعمال کرنا اعانت بکا و ابکا علی الحسین مین جائز بلکہ مستحب ہے اجماعاً و اتفاقاً۔ اور اگر آپ
اسکو بھی نہ مانین اور اجتہاد مقابل اجماع کرین تو وہی پھر کہونگا کہ وہ آپ کے لیے اور آپ کے
مقلدون کے لیے حجت ہے نہ اور مجتہدون اور اونکے مقلدون کے لیے۔

جناب مولوی صاحب اب سنیے جواب تقریر جاسم کا پس اوسکا حصہ اول مملو ہے تضعیف و
توہین وتذلیل سے اون روایات کے جو متعلق ہین عقد حضرت قاسمؑ سے اور تضعیف توہین
وتذلیل بلکہ سب وشتم سے اون علما کے جنہون نے ان روایات متعلقہ عقد حضرت قاسم علیہ السلام
کو اپنی کتابون مین مندرج کیا ہے یا جنہون نے فتوی اسکے پڑہنے اور سُننے کا دیا ہے اور
جائز ٹھہرایا ہے - پس یہ امر تو ایسا ہے کہ یا آپ جانین یا آپ کا خدا کہ آپ کس حد تک ان
مذمتون اور توہینون اور سب وشتم کرنے سے ماخوذ و مشغول الذمہ اون علما کے پیش پروردگار
عالم جبار و قہار ہوے یا نہین ہوے - اور اہل زمانہ نے جسقدر آپ کی وقعت فرمائی اور آپکی
عزت بڑہائی یا نہین - حالانکہ وہ سب بیانات ہمارے مفید ہین اور مجموع من حیث المجموع
افادہ ظن کے لیے کافی ہین اگرچہ تنہا تنہا مستقل افادہ ظن نکرین اور آپ اونکا ابطال کرین حصہ
دوم مین آپ نے اون علما کے زیادہ خبر لی ہے جن علمانے اسکی احتمال وقوع کی زیادہ تقویت
کی ہے اور اون استبعادات وقبائح وہمیہ کو جو بصورت استبعادات وقبائح عقلیہ دکہائے جاتے
تھے رد کیا ہے - اور اسی حصہ مین آپنے یہ بھی دعوا کیا ہے کہ اثبات وضعیت و کذب دروغ
روایت عقد قاسمؑ قطعی طور سے ہوگیا - جناب مولوی صاحب بینکم وبین اللہ انصاف فرمائیے گا
کہ آپ کے بیانات سے تقریر جاسم مین قطعی الوضع والکذب ہونا اس روایت عقد کا ثابت ہو سکا
ہرگز نہین ہرگز نہین - و دونہ خرط القتاد -

جناب مولوی صاحب آپ لوگ تو ماشاءاللہ پڑہے لکھے اور شاید ملہم من عنداللہ علم لدنی
رکھتے ہون تو رکھتے ہو آپ کا ناصر تو خدا ہے ہم لوگ تو خاندان صاحبان اجازہ اجتہاد سے
ہین ہم تو وہی کہین گے جتنی ہمکو اجازت ہے عقل وشرع ظاہری کے - بھلا جناب مولویصاحب
یہ تو بتائیے کہ مقدمات ظنی سے بغیر اسکے کہ اوسکی انتہا ادلہ قطعی کی طرف ہو نتیجہ قطعی ویقینی کبھی بھی
حاصل ہوا ہے یا ہو سکتا ہے - جناب مولوی صاحب آپ کے حصہ دوم تقریر جاسم کی بنا
جسکو آپ سمجھتے ہین کہ قطعی الکذب ہونا روایت عقد قاسمؑ کا ثابت کر دیا گیا ہے یہی ہے یا نہین
اس قصہ کا واقع ہونا فاطمہ کبریٰ یا زبیدہ کے حضرت سیدالشہداؑ کی اولاد امجاد مین معدود
ہونے اور واقعہ کربلا مین موجود ہونے پر موقوف ہے - جناب مولویصاحب خدا کا خوف کیجیے

عوام کو دہوکا دیجیے - مجوزین کا یہ کب قول ہے - بلکہ وہ تو تعیین نام کی نہین کرتے - فاطمہ کبری ہون - یا زبیدہ ہون - یا زینب ہون - یا سکینہ ہون یا کوئی اور نام ہو - ایک دختر امام حسینؑ سے عقد حضرت قاسمؑ ہونا محتمل کہتے ہین - بعض مقاتل مین کچھہ نام نہین لکھا - بعض نے فاطمہ کبری لکھا - بعض نے زبیدہ لکھا ہے - بعض نے حضرت زینبؑ کو لکھا ہے کہ یہی فاطمہ کبری تہین - بعض نے لکھا ہے حضرت قاسمؑ حضرت سکینہ سے منسوب تھے - پس تعیین نام کے ساتھہ اگر ثابت نہ بھی ہو تو ایک صاحبزادی سے جنکا نام ہم معین نہین کر سکتے عقد قاسمؑ قطعی العدم نہین ہو سکتا.
اور یہ امر کہ انحصار تھا اولاد دختری حضرت امام حسینؑ کا دو ہی صاحبزادیون مین ایک حضرت فاطمہ تہین دوسری حضرت سکینہ تہین - یہ بھی انحصار قطعی نہین ہو سکتا - کیون جنابؑ مولوی صاحب خدا کو درمیان دیکر فرمائیے کہ کیا انحصار ان دو صاحبزادیون مین قطعی ہے - اگر فرمائیے کہ قطعی ہے تو اگرچہ خلاف فرمائینگے مگر خود آپ ہی کا بیان معارض ہوگا - اور بیان اختلاف مورخین و علما کاملین کا آپ کے اسی حصہ دوم تقریر جاسم مین موجود ہے - اور اگر فرمائیے کہ انحصار ان صاحبزادیون مین اقوی واجتہادی و استنباطی و ظنی ہے تو اب فرمائیے جبکہ یہ مقدمہ ظنی ہوا تو نتیجہ اس سے ظنی ہوگا یا نہین اور عدم صحت روایت و موضوعیت و کذب روایت عقد قطعی کیونکر ہوگا - جناب مولوی صاحب ارشاد فرمائیے - اسی طرح سے آپ اپنے تمام اون مقدمات کو ملاحظہ فرمائیے کہ قطعی کوئی بھی مقدمہ ہے مشتی نمونہ از خروارے ایک مقدمہ کی حالت آپ کو دکھادی - بفرض محال شاید آپ کسی مقدمہ پر قطعی ہونے کا دعوی بھی کرین پس جب قیاس مرکب مقدمات ظنیہ و قطعیہ سے ہوگا نتیجہ ہمیشہ تابع اخس مقدمات کا ہوتا ہے یا نہین نتیجہ وضعیت و کذب روایت عقد پھر بھی ظنی ہوگا قطعی کیونکر ہوگا - پس یہ ابطال قطع و یقین موضوعیت و کذب روایت عقد حضرت قاسمؑ ورد تقریر جاسم کے لیے کافی و وافی ہے العاقل یکفیہ الاشارہ -
اب رہا جواب آپ کے رسالہ سفک المہج کا تو اوسکا جواب شافی تو یہی ہے کہ واقعی اس رسالہ نے امر حق کا خوب خون بہایا ہے امور مسلمہ کا نہایت ہی قلع و قمع کیا ہے - کیون جناب مولوی صاحب آپ اپنے پہلے ہی قال اقول پر نظر فرمائی - جناب ناصر الملۃ والدین حجۃ اللہ علی الجاحدین الفقیہ المؤتمن جناب المولوی السید ابو الحسن صاحب دامت افاداتہ نے روایت مذکورہ کے پڑہنے کا جواز

ذکر فرمایا ہے آپ اوسکو وقوع وعدم وقوع کے اثبات ونفی کی طرف کھینچلے۔ جناب مولوی صاحب تحقیق وقوع وعدم وقوع وقائع اگرچہ موضوعات احکام سے ہے اور منصب فقیہہ مجتہد من حیث ہو مجتہد کا نہین ہے لیکن اونکا حکایت کرنا اور بیان کرنا استماع واستماع یہ افعال مکلفین ہین انکا جواز وعدم جواز ضرور متعلق فقہ وفقیہ ہے۔ اور کیا مجتہد بحیثیت اہل خبرت تحقیق موضوعات احکام نہین کرسکتا ضرور کرسکتا ہے۔ بلکہ آپ کے کلام سے بھی اسکا اقرار ظاہر ہوتا ہے۔ کیا آپ کا یہ قول نہین ہے "بلکہ اوسکی تحقیق مین اہل خبرت کی طرف رجوع کرنا معین ہوتا ہے اگرچہ وہ مجتہد بھی فرض کیے جائین" بلکہ ہم کہتے ہین کہ مجتہدین کو زیادہ قوت اسکی ہے کہ وہ پوری تحقیق کرسکین یہی امر تہا کہ جناب ناصر الملۃ نے مسئلہ جواز وعدم جواز سے پہلے ابتدا فرمائی کہ جو فقیہ ومجتہد کا منصب تہا۔ اور تحقیق موضوع ازبسکہ منصب مجتہد من حیث ہو مجتہد نہ تہا اوسکو مقدم نہ کیا بلکہ اسکی طرف بعد مین اشارہ فرمایا۔ کہ واضح ہو کہ ہم مدعی اسکے نہین ہین کہ عقد قاسمؑ حتماً واقع ہوا اور نہ یہ کہتے ہین کہ یہ موضوع وبے اصل ہے حتماً واقع نہین ہوا۔ بلکہ احتمال وقوع وعدم وقوع دونو نکا اسمین ہے اس عبارت سے صاف ظاہر ہوگیا کہ جو مدعیان وضع وکذب ہین اونکی منتہاے طاقت وہمت تقریر جاسم سے ظاہر ہوگئی جس سے کسی طرح کی وضعیت وکذب ودروغ روایت عقد حضرت قاسمؑ ثابت نہوسکا۔ اور اسی طرح مثبتین عقد حضرت قاسمؑ کی ادلہ پر نظر کرنے سے اور اقوال اہل خبرت وسیر وتاریخ کی نقل کرنے سے اثبات قطعی الوقوع کا بھی نہوا امر محتمل رہا جسکا پڑہنا اور سننا بنا بر احتمال وقوع جائز ومباح رہا اور بحیثیت توسل الی البکاء والابکاء بامر مباح مستحب بھی قرار پاتا ہے۔ یہی سبب ہے کہ جو علماے کاملین وفقہاے متدینین متبحرین ہین اسکو موضوع وکاذب ودروغ نہین کہتے۔

جناب مولوی صاحب آپ نے دعواے کذب کی تائید مین تقریر جاسم مین سات نام لکھے ہین۔ ۱؎ جناب علامہ مجلسیؒ ۲؎ فاضل رضیؒ ۳؎ محمد بن سلمان سلمان تنکابنی ۴؎ صاحب محن الابرار مترجم بحار الانوار ۵؎ صاحب خیرات حسان صاحب کتاب الماثر والآثار۔ (داروغہ کتب خانہ شاہی) سپہر کاشانی صاحب ناسخ التواریخ (وزیر بادشاہ ایران) ۷؎ جناب ملا حسین نوریؒ (صاحب منامات ودار السلام وشہاب ثاقب وغیرہ وغیرہ)۔ جناب مولوی صاحب سنیے سپہر کاشانی کے سوا

۱؎ اگر شد زد و گر نہ شد استان ہو جیا گفت اینست او دوین

کسی نے کاذب نہین کہا وہ بھی موافق آپکے اجتہاد کے کہ وہ صاحبزادیون سے زائد نہین کیونکہ
آپ کے موافق ہین - صاحبؒ بیرات حسان نے کاذب نہین لکھا ہے بلکہ وہ کہتے ہین "داستان
عروسی قاسم بن الحسن و فاطمہ بنت الحسین کہ از مشہورات بلا اصل است" فاطمہؑ کی قید سے
بلا اصل ٹھہراتے ہین مطلق کا ذکر نہین ہے - علاوہ اسکے انکی مسامحات کو بھی آپ نے خود بیان
فرمایا ہے جو حضرت سکینہ کے سن کے بارے وغیرہ مین اسی بحث مین واقع ہوئے ہین وہ
تو مسامحات ہون اور یہ آپکی راے کے موافق ہے تو مسامحہ نہو وہ صاحبزادیون مین قطع انحصار
کرنا اوضح مسامحات سے ہے - جنابؒ ملا حسین نوریؒ نے بھی کاذب نہین فرمایا موہون و ضعیف
فرمایا ہے - صاحبؒ بنائے محزن الابرار نے بھی کاذب نہین کہا - کچھ مستبعدات ذکر کیے ہین اور جناب
مجلسیؒ کا قول ذکر کیا ہے کہ در کتب معتبرہ بہ نظر حقیر نرسیدہ است - محمد بن سلیمان تنکابنی نے بھی
باوجود صاحب مسامحات ہونیکے بنا بر آپ ہی کے بیان کی - روایت عقد قاسمؑ کو کاذب نہین
کہا بلکہ کہا ہے - عروسی قاسم در روایات شیعہ ندارد - فاضل رضیؒ نے بھی کچھ نہین کہا بالکل
اعتماد صاحب جلاء العیون پر کرکے اونہون نے لکھا ہے کہ اونہون نے کتب معتبرہ مین نہین دیکھا - لہذا مین نے
بھی اسکو نہین لکھا - کاذب نہین ٹھہرایا - جنابؒ مجلسی علیہ الرحمہ نے بھی فرمایا ہے کہ و قصہ
دامادی او در کتب معتبرہ بنظر حقیر نرسیدہ است - کاذب نہین فرمایا ہے - جناب مولوی صاحب
بنظر انصاف ملاحظہ فرمائیے ایک یا دو شخصون کا جو علماے متدینین و مجتہدین کاملین سے
نہین ہین بلکہ وزیر باد شاہ یا داروغہ کتب خانہ شاہی ہین اونکا کاذب کہدینا باوجودیکہ انسے
مسامحات بکثرت واقع ہوئے ہون جیسا کہ آپ نے خود ذکر بعض مسامحات کا کیا ہے کیونکر لائق
اعتبار و اعتنا ہوسکتا ہے مقابل ہین مجتہدین کاملین کے جو حکم کذب نہین کرتے ہین اور اونکے
مقابل ہین جو اسماع و استماع کو اسکے جائز و مباح جانتے ہین جیسا کہ نام اونکے رسالہ حج فاطمہ
وغیرہ مین مذکور ہوچکے ہین اور علماے مجتہدین عراق کا دستخطی فتوے جواز کا مطابق مین طبع ہوکر
شایع بھی ہوچکا ہے اور جناب سلطان العلما جناب رضوانمآب طاب ثراہ کا حکم بھی مسائل شریفیہ
مین موجود ہے کہ بعض کتب معتمدہ مین روایت عقد مذکور ہے اور پڑہنا اور سننا اوسکا جائز نہین فرمایا ہے
اور سبب اسکا یہی ہے کہ موضوع و کاذب ہونا اسکا ثابت نہین ہے پس اسکے سماع و استماع کے

...ونکی حالت مسالحہ اپنے خود تحریر فرمائی ہے فاطمہ صغریٰ کے انکار مین جناب مولوی صاحب وہان مسالحہ ہوگیا یہان مسالحہ ممکن نہین ہے

جواز کا فتویٰ دیتے ہین - جناب مولوی صاحب یہ آپ کا حسن ظن ہے [illegible]ین مذکورین
کے ساتھ کہ آپ اونکو خطاب مغفل و ہزال و بطال کا دیتے ہین - اور خیال فرماتے ہین کہ بلا تحقیق
موضوع حکم جواز و عدم جواز دیا کرتے ہین - پس آپکا قول صفحہ ۵ سفک المہج مین بناءً علیہ مولوی
صاحب کے لیے اولا قصہ مذکورہ کے ثبوت و عدم ثبوت مین کلام کرنا بعد ازان اوسکی نقل کے
جواز و عدم جواز سے بحث کرنا بہر حال مناسب تھا" غیر مناسب و بے محل ہے - اور آپکا قول
"و پس واضح ہو کہ قصہ دامادی کی حکایت کے جائز ہونے سے اوسکا بیان حال کے بعد پڑہنا
اور آثار واقعیہ کا اوسپر مترتب نکرنا مراد ہے تو ہرگز مفید نہین الخ - اسکا جواب شافی یہ ہے
کہ اگر بیان حال سے مراد جناب کی یہ ہے کہ پڑہتے وقت کہدیا جائے کہ یہ موضوع و کذب و
دروغ ہے تو غلط اور باطل ہے - ہرگز آپ کے رسالہ تقریر حاسم سے قطع اسکی موضوع و کذب
و دروغ ہونے کا ثابت نہو سکا - اور اگر بیان حال سے مراد یہ ہے کہ بیان اسکے ضعف و احتمال
وقوع کا کر دیا جائے تو یہ بھی عبث ہے بلکہ فتاوائے علمائے موجودین و گذشتگان سے اسکا حال
تمام مومنین پر واضح ہو رہا ہے کہ روایت ضعیف ہے اور حتم و جزم وقوع و عدم وقوع کا اس سے نہین
ہوتا - بطور ذکر مباحات اسکا ذکر کیا جاتا ہے اور امور مباحہ سے توسل امور عزا و گریہ و بکاے
سید الشہدا مین بلا تامل علما کے نزدیک جائز بلکہ احب و مستحب ہے - اور قولکم "اور آثار واقعیہ کا
اوسپر مترتب نکرنا" اس سے اگر آپ کی مراد یہ ہے کہ اسکے وقوع کا اعتقاد نرکہین تو سنیے جناب
مولوی صاحب آپ تو خود پڑہے لکھے ہین اعتقادات دو قسم کے ہین ایک وہ کہ جو واجب مطلق ہین
اور اونکا تحصیل کرنا واجب ہے مثل اعتقاد واجب الوجود و توحید و عدل و نبوت و امامت و معاد
کے اجمالاً - انکا تحصیل کرنا ہر فرد بشر پر بحسب قدرت و استطاعت بالیقینہ واجب و لازم ہے -
دوسرے وہ اعتقادات ہین جو واجب مشروط ہین بشرط حصول علم - پس اگر اونکا علم و یقین
ہو جائے تو اونپر اعتقاد رکہیے اور اگر علم و جزم حاصل نہو تو اعتقاد ترک کیجئے - لیکن یہ بھی لازم نہین
ہے کہ ونکو رد کر دیا جاے جب تک کہ وہ مخالف عقائد حقہ نہون اور قابل تاویل موافق عقائد
حقہ کر سکتے ہون اور قطعی الکذب و قطعی الوضع نہو - اور اسکی تحقیق مین زیادہ کیون زحمت اوٹھائیے
رسائل اربعہ جناب شیخ مرتضیٰ انصاری وغیرہ ملاحظہ فرمائیے کہ اس مقام اعتقادات مین کیا لکہا ہے

ہ یہ مسئلہ بسبیل تنزل کہا ہے بلکہ بعض علما بسبب قرائن حدیث کے [illegible] ہونے [illegible] بضعف [illegible] ہوسکتے [illegible] ۱۲

پس اب دیکھنا چاہیے کہ یہ روایت عقد حضرت قاسمؑ کس قسم کے اعتقادات مین سے ہے ایا واجب
مطلق ہے جسکی تحقیق واجب ہے ہر فرد بشر پر یا اعتقادات مشروطہ سے ہے۔ پس یہ تو ظاہر ہے
اور شاید آپ بھی اسکا انکار نفرمائینگے کہ اعتقادات واجبہ مطلقہ مین سے نہین ہے۔ پس تحقیق
و تدقیق اسکی واجب نہین ہے۔ اور جبکہ تدقیق و تحقیق واجب نہووے۔ تو ایا یہ مخالف عقائد
حقہ ہے کہ اسکو رد کر دیا جائے اور قابل تاویل بھی نہ سمجھا جائے پس ظاہر ہے کہ یہ مخالف عقائد
کسی طرح پر نہین ہے اور جو قبائح وہمیہ بصورت قبائح عقلیہ دکھائے گئے ہین اونکی رد علمانے
خوب خوب فرمادی ہے۔ جنکو آپ نے توہین و تذلیل کے ساتھ مغفل و ہزال و بطال کا خطاب
دیکر اپنے زعم مین رد کر دیا ہے حالانکہ وہ بالکل صحیح ہین اور آپ کو اپنے قول کی تائید مین صحت
اوسکی معلوم نہین ہوتی۔ جناب مولوی صاحب یہ بھی ظاہر ہے کہ روایت عقد مذکورہ قطعی
الکذب و قطعی الوضع بھی نہین ہے۔ اور کسی طرح سے آپ کی تقریر حاسم وغیرہ سے اسکا قطعی الکذب
والوضع ہونا ثابت نہو سکا۔ پس اوسکے رد کی کیا وجہ ہے۔ جناب مولوی صاحب جناب امام حسینؑ
کی اولاد مین جو اختلاف آپنے اپنی تقریر حاسم مین لکھا ہے وہ تو معلوم ہوا۔ بعض نے دو صاحبزادیان
فاطمہؑ۔ سکینہؑ لکھی ہین۔ بعض نے چار صاحبزادیان لکھی ہین اور زینبؑ تیسری کا نام لکھا ہے
اور چوتھی صاحبزادی کا نام آپنے احتمالا ام کلثوم لکھا ہے۔ جناب مولوی صاحب تعداد اولاد کا
بیان جو مورخین و علمانے لکھا ہے۔ کسی نے بیان روایات معصوم تعداد اولاد مین نہین کیا۔
ایسی حالت مین سوائے استقراء کیا چارہ ہے۔ جناب مولوی صاحب اب آئیے استقراء فرمائیے
ملاحظہ ہو فاطمہؑ ۱ سکینہؑ ۲ فاطمہ صغریٰ ۳ زینبؑ ۴ ام کلثومؑ ۵ رقیہ ۶ زبیدہ ۷ امنیہ ۸
۹ فاطمہ کبریٰؑ اتنے نام کا چند ہی کتابون مین پتہ دختران امام حسینؑ کا روایات و وقائع سے
لگتا ہے۔ فاطمہؑ و سکینہؑ۔ ان دو کا ہونا تو قطعی ہے کہ ان دو سے کم تعداد دختری نہ تھی۔ فاطمہؑ
صغریٰ بنت الحسینؑ کا نام بحار مین موجود ہے زینبؑ بنت الحسینؑ کا نام بحار مین موجود ہے
ام کلثوم بنت الحسینؑ کا نام بحار مین موجود ہے رقیہؑ بنت الحسینؑ انکا نام جنات الخلود جنکی
توثیق ملا حسین نوری رہ نے فرمائی ہے اوسمین موجود ہے۔ اور ناسخ التواریخ مین جو مرثیہ
لکھے ہین اوسمین ایک مرثیہ مین بھی مذکور ہے۔ مصرع اخی بنتك الاخری رقیة ضمها

زبیدہ کا نام کنز الانساب وغیرہ مین ہے اگرچہ آپ نے خلاف ہے اسلیئے آپ نے اوسکی رد کر د
آئینہ بجار مین موجود ہے اگرچہ یہ بھی لکھا ہے کہ یہ بھی نام حضرت سکینہ کا تھا۔ مگر جناب لوبھا حب
سچ کہیے گا سکینہ تو قطعی ہے کیے یہ بھی قطعی ہے کہ انھین کا نام آئینہ تھا۔ کیا یہ نہین ہو سکتا ہے
کہ وہ اور صاحبزادی ہون غیر جناب سکینہ کے۔ فاطمہ کبریٰ اکسیر العبادات وغیرہ مین ہے لیکن
آپ کے خلاف تھا تو آپ نے رد فرما دیا ہے۔ مگر اس آپ کے رد کر نیسے قطعی نفی و منطوع العدم
نہین ہوسکتا۔ جناب مولوی صاحب۔ صاحب بیاض فخری نے روایت عقد حضرت قاسمؑ
مین کسی کا نام نہین لکھا ہے۔ صاحب روضۃ الشہدا نے کسی کا نام نہین لکھا ہے۔ پس یہہ کا
فرمانا آپ کا کہ اس قصہ کا واقع ہونا فاطمہ کبریٰ و زبیدہ کے ہونے پر مبنی ہے۔ کہان قطعی رہا۔
محققین کسی نام کی تعیین نہین کرتے۔ احتمال ہے کہ فاطمہ کبریٰ ہون احتمال ہے کہ زینبؑ
ہون یا زبیدہ ہون یا رقیہؑ ہو بلکہ احتمال ہے کہ زبیدہ مسامحہ ہو نام مین زینبؑ کے اور زینبؑ
کی جگہ زبیدہ نام پڑھا گیا ہو۔ اور وہی پھر نسخہ ہو گیا ہو۔ بعض نے لکھا ہے کہ حضرت قاسمؑ
حضرت سکینہ سے منسوب تھے ان سب اقوال کے جمع کرنے سے اتنا ضرور مظنون اور لا اقل
محتمل رہتا ہے کہ ایک صاحبزادی سے جناب امام حسینؑ کے حضرت قاسمؑ کا عقد ہوا۔
اور سویدات و شواہد اسکے بکثرت ہین جو رسائل و مسائل مین مذکور ہو چکے ہین۔ اور
جو روایات و حالات تقریر جاسم کے حصہ اول مین آپ نے نقل فرمائے ہین وہ سب کے سب
شاہد ہین اگرچہ فرداً فرداً بسبب آپ کے خلاف رائے ہونے کے آپ اونہین رد کرین
اور علاوہ اون شواہد کے جو رسائل مین مذکور ہو چکے ہین ایک یہ بھی شاہد قوی ہے کہ دیگر
فرزندان امام حسن مجتبیٰؑ کے رخصت مین یہ حالت امام حسینؑ کے منقول نہین ہوئی جو بوقت
رخصت حضرت قاسمؑ حالت ہوئی۔ علاوہ لباس پوشی کے بوقت رخصت وہ جوش رقت
کہ غش آگیا یہ بھی ایک نوع کا شاہد ہے۔ غشی علیہما پر نظر فرمائیے۔ ایک اور شاہد قوی تر
سنیئے جب حضرت مدینہ سے روانہ ہوئے۔ امالی شیخ صدوقؒ ملاحظہ فرمائیے لکھتے ہین ہمراہ تھکو
وابنتہ وابن اخیہ القاسم بن حسن بن علی علیہم السلام۔ کیون جناب مولوی صاحب
اپنی بیٹی کو ہمراہ لیا اور قاسم بن حسنؑ کو ہمراہ لیا۔ انکا ذکر کرنا۔ اور دیگر اولاد امام حسنؑ کا ذکر نہونا

اور حضرت امام حسین کی دختر کے ساتھ حضرت قاسم کا ذکر کرنا یہ امر بہت کچھہ کستان صحت و اوضیعت
عقد دیگر رہا ہے اور شاہد قوی ہے اور یہ شاہد شائد خصائص سے اس مختصر رسالہ کے ہو - اور یہ
یہ امور اگرچہ ادلہ مستقلہ نہون مگر مجموع من حیث المجموع افادہ ظن لا اقل افادہ احتمال مساوی
عقد کا کرتے ہین - اور ہرگز روایت عقد کو قطعی العدم نہین ہونے دیتے - جناب مولویصاحب
بعض روایات سے مستفاد ہوتا ہے کہ قید خانہ شام مین ایک صاحب زادی نے انتقال کیا
اونکا نام بہی قطعی طور سے معلوم نہین ہے کون صاحبزادی تہین پس کیونکر انحصار دو صاحبزادیون
مین ہوسکتا ہے - جناب مولویصاحب اولاد جناب امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام اور اولاد امیر المومنین
اور اولاد خود جناب رسالتمآب کی طرف رجوع فرمائی کہ کسقدر تعداد مین اختلاف ہی - منتہائے
امر یہ ہے کہ اجتہاد کرکے اقوی کسی قول کو قرار دیا جائے پس اوس سے قطعی نفی نہین ہو سکتی
اپنے قول کے خلاف کی - اور روضۃ الشہدا مین اگرچہ بعض روایات کو مان بہی لیا جائے
کہ بے سر و پا ہین بلکہ اگر یہ بہی کہین کہ اکثر جہوٹ ہین تو بہی جناب مولوی صاحب وہ قول تو
آپکو خوب معلوم ہوگا - الکذوب قد یصدق - منتہائے امر یہ ہے کہ اعتماد و اعتقاد
اوسپر نہ کیجے گا بہتر لیکن اوس سے احتمال صدق بہی تو نہ برطرف ہوگا اور بنابر احتمال صدق
پڑہنا اور سننا اوسکا جائز ہوگا - اور امر جائز اگر مقدمہ گریہ و بکا علی الحسینؑ ہو تو جائز بلکہ مستحب
ہی علما کے نزدیک - اور انہین اعتبارات وغیرہ سے جو علماے کاملین و فضلاے متبحرین
ہین وہ اسکے پڑہنے اور سننے کو حرام قطعی نہین کہتے - جناب آقا السید کاظم طباطبائی دام ظلہ
بہی حرام نہین فرماتے بلکہ جائز فرماتے ہین حتی کہ نزہۃ المشتاق کے فتوی سے بہی کلام جناب
سید صاحب سے حرمت نہین ثابت ہوتی - اور ان علماے متدینین و فقہاے کاملین و مجتہدین
متبحرین پر یہ گمان کرنا کہ بغیر ملاحظہ کتب سیر و اخبار بقدر ضرورت انہون نے فتوے
اسماع و استماع کا دیا ہو یہ سوء ظن ہے ہرگز ایسا نہین ہو سکتا کہ علماے مجوزین نے
کتب اخبار و سیر کی طرف بقدر ضرورت رجوع نکی ہو اور بغیر تحقیق و تنقیح ضروری حکم جواز
اسماع و استماع دیا ہو - اونکے تدین و امانت و دیانت سے گمان بلکہ یقین ہوتا ہے
کہ بقدر ضرورت تحقیق و تنقیح فرمائی اور جبکہ قطعی الکذب والعدم ہونا ثابت نہوا اور مخالف

عقائد حقہ بھی نہ تھا لہذا اونہون نے حکم جواز اسماع و استماع فرمایا۔ اور یہ قرار دیا کہ وہ
علما مورخ معتمد نہ تھے لہذا اونکا قول معتمد نہین ہے سوء فہم بلکہ سوء ظن ہے۔ اونپر اعتماد
نہوگا تو پھر کیا مجھپر اور آپ پر اعتماد کیا جائیگا۔

جناب مولوی صاحب طرہ اور مزہ تو یہ ہے کہ اون علمائے کاملین و فقہائے معتمدین کے مقابلہ مین
نام سے کس شخص کی یہ کتاب لکھوائی ہے جناب المولوی السید حسن علیصاحب وقار شاعر جونپوری
پہلی کتاب تقریر حاسم تو خیر آپنے اپنے نام سے لکھی تھی۔ بھلا انصاف فرمائیے کہ جب وہ علماء متبحرین تو
مورخین معتمدین سے نہین ٹھہرتے آپکے نزدیک تو یہ شاعر جونپوری کیونکر مورخ معتمدین داخل ہونگے۔
بالخصوص جب کہ خود آپنے بھی انکار فرمایا اپنے مورخ معتمد ہونے سے تو وقار صاحب کا کیا وقار ہو سکتا ہے۔

حضرات مومنین و موالیان آئمہ طاہرین یہ تقریر جناب اجل الجل جناب المولوی السید ظہور الحسین صاحب
اور مجھسے ہوئی تھی اوسکا حاصل یہ ہے۔ کہ جب بعض فضلا نے اونکے سامنے سفک الدم پر ایراد کیے۔
اور جواب مین رد و قدح ہونے لگی اور تقریر اسطرف منجر ہوئے کہ جن علما نے اسکے وقوع یا جواز اسماع
واستماع کو لکھا ہے وہ مورخ معتمد نہ تھے لہذا اونکا قول قابل اعتماد نہین ہے۔ اوسوقت مین جناب مولویصاحب
قبلہ کی خدمت مین عرض کیا اور استفسار کیا کہ جناب مولویصاحب آپ مورخ معتمد ہین۔ جناب مولویصاحب
نے ارشاد فرمایا جی مین بھی مورخ معتمد نہین ہون۔

یہ سنکر مین نے عرض کیا کہ جب آپ بھی مورخ معتمد نہین ہین تو پھر آپ کا قول بھی اور انکار عقد حضرت
قاسم بھی معتمد نہین اور قابل تسلیم نہین ہے آپ اپنے گھر مین بیٹھے انکار کیا کیجیے۔

یہ سنکر جناب مولویصاحب مبہوت ہوگئے۔ اور جواب نہ دیسکے۔ اور جواب یا تو یہ جواب دیا کہ آپ
کون صاحب ہین۔ مین نے عرض کیا کہ مین بھی اسی خاندان سے ہون۔ ارشاد فرمایا کہ نام آپ کا
کیا ہے مین نے عرض کیا محمد سخا میرا نام ہے۔ حضرات مومنین بانصاف ملاحظہ فرمائین۔ کہ جب وہ
علمائے کاملین جنکے نام حجج قاطعہ وغیرہ مین مندرج ہین جو اس قصہ کے جواز اسماع و استماع کا حکم
دیتے ہین اور نظر الکذب اسکو نہین جانتے وہ تو مورخ معتمد مین جناب مولویصاحب کے نزدیک داخل
نہون اور اونکا قول معتمد نہو۔ اور ہمارے جناب ثالث النیرین جناب المولوی السید ظہور الحسین صاحب
قبلہ اور جناب المولوی السید حسن علیصاحب المتخلص بوقار جونپوری مورخ معتمد مین داخل ہون اور

انکا انکار وعلم کذب روایت عقد حضرت قاسمؑ مین مان لیا جاے - انصاف مومنین کے ہاتھ

ہے اور تاریخ دانی بھی فقط اسی روایت عقد حضرت قاسمؑ پر ہی ختم ہے -

جناب عالی کچھہ تاریخی حال فرعون وہامان وشداد ونمرود وغیرہ کا قطعی بیان فرمائین - انکو جانے دیجیے کچھہ تاریخی حال حضرت نوحؑ حضرت سلیمانؑ حضرت موسیٰؑ حضرت عیسیٰؑ یا اور معصومین کا قطعی سنائین - بس ہو تو عزاداری ہی کی بربادی ہو جہان تک ہو - جناب مولویصاحب نے کن کن وقائع قطعی کو لکھا ہے - اور تاریخ دانی کہان کہان ظاہر فرمائی ہے محض روایت عقد حضرت قاسمؑ کی تحقیق مین مورخ معتمد[1] کا خطاب حاصل فرمانا چاہتے ہین - حالانکہ خود اقرار بھی فرمالیا کہ مین بھی مورخ معتمد نہین ہون - پس جناب مولوی صاحب کا انکار کرنا عقد حضرت قاسمؑ کو یہ بھی صاحبان فہم مستقیم کے نزدیک قابل تسلیم نہین ہوسکتا - خصوصاً جبکہ جناب مولویصاحب سے زیادہ اعلم وافضل حضرات علما ومجتہدین جواز اسماع واستماع روایت عقد حضرت قاسمؑ کا حکم وفتوی دیچکے ہین اور دے رہے ہین - جناب آقا السید کاظم صاحب طباطبائی مدظلہ کا فتوی مع فتاواے دیگر علما کے ایک رقعہ سابق مین طبع ہوکر شائع ہوچکا ہے زیادہ طول دینے کی ضرورت نہین ہے - جناب مولوی صاحب کا پہلے تو اصرار یہ تھا کہ صاحب روضۃ الشہدا کے قبل کسی کا نام بتایا جاے - جب مقتل ابو المفاخر ماخذ روضۃ الشہدا کا بتا بتایا گیا تو اوسکو ہزال وبطال کا خطاب مولوی صاحب نے عطا فرمادیا - مقتل ابو المفاخر منگا کر ملاحظہ فرمائیے اوسکے ماخذ پر نظر ڈالیے تو آگے پھر پتہ چلیگا - ماتم حسینیہ ملاحظہ ہو صاحب ماتم حسینیہ کسکا پتہ بتا رہے ہین اونکے مصنفات دیکھیے ہم کسی کا نام نہ لین گے کہ آپ اونکو بھی ہزال وبطال کا خطاب دیدینگے یہ حضرات تو روضۃ الشہدا سے مقدم ہین - ہمکو اب ونسے جواب اور جواب الجواب مطلوب نہین - اگر جناب مولوی صاحب اب بھی متنبہ نہون اور اپنے حجد میہ باقی رہین - تو وہ اونکو اور اونکے مقلدون کو مبارک رہے - دیگر علما اور اونکے مقلدون کے لیے قول جناب مولوی صاحب حجت نہین ہے اور کیونکر جناب مولوی صاحب اپنے انکار پر باقی رہینگے - اسلیے کہ اونکو تو دعواے قطعیت وکذب ووضعیت ہے - اور اگر امام عصر عجل اللہ فرجہ

---

[1] حالانکہ اسی بحث بیت قول صواب وتقریر جاسم وسفک المہج مین معاذ اللہ غلطیان توکیو نکر ہون جو مسامحات

بھی وقوع عقد حضرت قاسمؑ کو فرمائیں تو بھی بقاعدہ سے تو جناب مولوی صاحب جب بھی
نہ مانینگے - کیونکہ خلاف قطع ہو نہیں سکتا ہمارے لیے البتہ معصوم کا رتبہ تو بہت بڑا ہے - ہم تو
جن مجتہدین کے مقلد ہیں اونکے نزدیک اسماع واستماع روایت مذکورہ جائز ہے اونکی متابعت
کرتے ہیں - اور متابعت کرتے رہینگے تا وقتیکہ بادلہ قطعیہ وضعیت وکذب ثابت نہو - اور قطعیت
وکذب روایت عقد قاسمؑ تو جناب مولوی صاحب سے ثابت نہو سکا - لہذا حکم جواز سماع
واستماع روایت عقد حضرت قاسمؑ جائز رہا جیسا کہ ابھی ذکر ہوا - واللہ یهدی من یشاء
الی الحق المتین واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علے
رسولہ محمد والہ الطیبین الطاہرین المعصومین ؏

مسائل علماء عراق در جواز ذکر روایت عروسی حضرت قاسمؑ

ما قولکم دام ظلکم ذکر عروسی حضرت قاسمؑ در مجلس عزا چہ طور است جائز است یا ناجائز و باحتمال اینکہ شاید روایت
عروسی قاسمؑ اصلی نداشتہ باشد تحسین نمودن ذکر عروسی قاسمؑ را وان قصہ جانگزار از حکایات
باطلہ شمردن واسم روایت عقد قاسمؑ را داستان گذاشتن وبان استہزا نمودن وخواندن انرا
حرام دانستن ودروغ قطعی گفتن چہ طور است بینوا و توجروا - جواب جناب آقا سید کاظم
طباطبائی مد ظلہ العالی حکایت عروسی قاسم ہر چند معلوم ومحقق نیست ولیکن چون بعضے از
ارباب کتب مقاتل شیخ طریحی در منتخب وکاشفی در روضۃ الشہدا وصاحب حزن الایمان علی
ما نقل ذکر کردہ اند وبعض مشائخ اعلام ہم بر منبر علی ما قیل میخواندہ اند وبعض علما گفتہ اند کہ
در توریت اشارہ بان وارد وبعض دیگر گفتہ اند در ترجمہ وحی کوچک کہ نزد بنی اسرائیل معتبر
است مذکور است لہذا خواندن ہمان مقدار کہ دران کتب مذکور است ضرر ندارد ویاد کر
کتاب وصاحب آن بنا بر انچہ ذکر شد استہزا اند کر آن کردن وباطل شمردن وداستان نام نہادن
وحکم بحرمت کردن ودروغ قطعی گفتن بیوجہ است عصمنا اللہ من فلتات اللسان وشرور
النفس والشیطان محمد والہ الطاہرین صلوات اللہ علیہم اجمعین نقل دستخط شریف

الاحقر محمد کاظم طباطبائی

جواب جناب آقا عبد اللہ مازندرانی مدظلہ العالی در سوال مذکورہ بالا۔

بسم اللہ تعالی اگر بگوید در فلان کتاب نوشتہ است یا بگوید احتمال میرود چنین عیبی ندارد واما عنوان نمودن واستہزا نمودن خوب نیست ودر حدیث است لوان العباد اذا جھلوا وقفوا و لم یجحدوا والم یکفروا۔ مضمون انیست اگر چیزی ندانستند کہ حق است توقف کنند و ساکت شوند وانکار نکنند شاید در واقع حق باشد وبہ انکار ان انکار حق کنند وکافر شوند واللہ العلیم

حررہ الاحقر عبد اللہ مازندرانی

جواب جناب آقا شیخ محمد حسین مازندرانی مدظلہ خلف جناب آقا شیخ زین العابدین مازندرانی رحمہ اللہ تعالی بسم اللہ ولہ الحمد اگر بخواحتمال بخواند شاید ضروری نداشتہ باشد وشاید در بعضے از کتب قصہ وحی کودک وجا ماسپ نامہ باشد واللہ العالم۔ مقام مہر شریف

جواب جناب آقا محمد کاظم خراسانی مدظلہ العالی۔

ذکر عروسی بطور احتمال باکے ندارد ولی بطور قطعی خواندن جائز نیست واستہزا نمودن کسی کہ بخواند بطور احتمال وجہی ندارد واللہ العالم۔ حررہ الاحقر الجانی محمد کاظم خراسانی۔

ما قولکم مدظلکم روایتیکہ در کتاب روضۃ الشہدا وغیرہ دربارہ عقد حضرت قاسم درج است خواندنش بحوالہ کتاب یا بغیر حوالہ در مجالس عزا چہ حکم دارد بینوا توجروا

جواب سرکار شریعتمدار عمدۃ المحققین وزبدۃ المتاخرین وذخر المدققین ملاذ الشریعۃ والدین معاذ الشیعۃ والمومنین حجۃ الاسلام والمسلمین جناب آقا خوند ملا محمد کاظم الخراسانی مدظلہ العالی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ بالنسبت وحوالہ کتاب مزبور باکے ندارد وہمچنین اگر نسبت وہد کہ بعضے چنین نوشتند واللہ اعلم۔

حررہ الاحقر الجانی محمد کاظم الخراسانی

جواب سرکار شریعتمدار قدوۃ العلماء الاعلام اسوۃ الفقہاء الکرام ثقۃ الاسلام ملاذ الشیعۃ والایتام نائب صاحب العصر علیہ السلام جناب آقا مرزا محمد تقی مدظلہ العالی متوطن سامرہ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ خواندن روایت مزبور نقلا از کتاب

ضرر ندارد و انشاء اللہ - حررہ الاحقر محمد تقی -

جواب سرکار شریعتمدار زبدۃ الفقہا قدوۃ العلما العالم الربانی جناب الحاج آقا الشیخ حسین الحائری المازندرانی مدظلہ العالی -

بسم اللہ الرحمن الرحیم - بعنوان نقل از آن کتاب مستطاب یا کتب دیگر ضرر ندارد و اللہ اعلم محمد حسین الحائری المازندرانی -

جواب سرکار شریعتمدار زبدۃ العلماء الاعلام حامی دین خیر الانام جناب میرزا فضل اللہ دام ظلہ العالی بدوام الایام واللیالی -

بسم اللہ الرحمن الرحیم ہرگاہ معلوم شدہ کہ صاحب کتاب یعنی مصنف ان عالم و عادل است انشاء اللہ ضرر ندارد بلکہ ثواب دارد واللہ الاعلم

خادم الشریعۃ الطاہرہ میرزا فضل اللہ الحائری المازندرانی -

سوال روایت عقد حضرت قاسم کا پڑہنا اور سننا اور سنکر گریہ و بکا کرنا جائز ہے یا نہیں ہے بینوا و توجروا -

جواب حامی شریعت ناصر ملت مسند نشین مسند اجتہاد جناب غفرانمآب و رضوانمآب جانشین جناب عماد العلما جناب میر آغا صاحب علیین آب طاب ثراہم اعنی سرکار سر شریعتمدار جناب قدوۃ العلما سید آقا حسن صاحب مجتہد العصر والزمان مدظلہ -

الیس اللہ بکاف عبدہ السید آقا حسن

باسمہ سبحانہ ولہ الحمد روایت عقد حضرت قاسمؑ کا پڑہنا سوافق منتخب روضۃ الشہدا وغیرہ اور اوسکا سننا اور اوسپر گریہ و بکا کرنا علی الاقوی جائز و موجب ثواب ہے اور ضعیت و کذب روایت مذکورہ غیر ثابت ہے واللہ یعلم - حررہ السید آقا حسن عفی عنہ

قطعہ تاریخ شاعر شیریں مقال ناصر و مداح آل فخر الشرف الباہر جناب مولوی السید فرزند حسین صاحب فاخر زید مجدہ

خوب لکھی ہے جواز عقد قاسم میں کتاب ایک ایک صفحہ سے رنگینی بیان کی ہو عیان جو جو کہتے ہیں امام عصر کی بخشش ہے عیسوی سن میں مناسب اب تاریخ فاخر کہو کوئی جسقدر کی سعی ثابت اوسقدر ہوتا گیا پہلے انکار زبانی عقد قاسمؑ سے کیا مدعی کرکے ... دل نظر کر عقل سے	ایضاً	قلب ہم سے بیکسو نکلے جڑ گئے ٹوٹے ہوئے جو وہ قرطاس پر نقطے وہ نگن لوٹے ہوئے وہ خزائن ہیں ہمارے علم کے لوٹے ہوئے یاد کیوں دلواؤ نہیں مضموں جو ہیں چھوٹے ہوئے عقد قاسم جھوٹ کہکر چارہ گر جھوٹے ہوئے کیسے شد و مد سے ہر تقریر قاسم کو لکھا ۱۹۰۰ء جھوٹ ہونا عقد قاسمؑ کا نہ ثابت ہوسکا

لیهلک من هلک عن بینۃ ویحیی من حی عن بینۃ

یہہ رسالہ عجالہ جواز مین ڈھول تاشہ بجانے کے عزاداری سید الشہدا علیہ السلام مین بغرض اعلان و حکایت موسوم بہ

ضربۃ قاطعہ

جسکو فضائل مآب فواضل ایاب جناب مولوی سید علی گوہر صاحب زاد علمہ و فضلہ نبیرہ جناب رضوانمآب سلطان العلما اعلی اللہ مقامہ نے، جواب مین رد المغالطہ کے تحریر فرمایا

حسب فرمائش بعض اعاظم شیعیان امیر المومنین و مروجان عزاداران ماتمداری شہدائے کربلا صلوات اللہ علیہم اجمعین

باہتمام احقر بندہ احمد سید محمد غفر اللہ ذنوبہ

در مطبع تصویر عالم پریس لکھنؤ طبع شد

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

اللھم ایاک نعبد وایاک نستعین وصلی اللہ علی سید الانبیاء والمرسلین وآلہ اہلبیتہ الطیبین الطاہرین ولعنۃ اللہ علی اعدائہم اجمعین الی یوم الدین ٭

عزاداران مظلوم کربلا ماتم داران شہید نینوا روحی وارواح العالمین لہ الفدا کی خدمت میں گذارش عرض ہے کہ ہندوستان میں ہمارے آباؤ اجداد مثل حضرت غفرآنمآب وجناب رضوان مآب اعلی اللہ درجاتہما نے جن مساعی جمیلہ سے اس وادی ضلالت وگمراہی میں ترویج شریعت حضرت ختم المرسلین واشاعت عزاداری واحکام حضرات آئمہ معصومین صلوات اللہ علیہم اجمعین فرمائی وہ اظہر من الشمس وابین من الامس ہے انھین حضرات اعلی اللہ مقامہما کے مساعی جمیلہ کا نتیجہ ہے کہ اس ہندوستان مین عزاداری مظلوم کربلا اس جوش وخروش وکثرت سے ہوتی ہے کہ جیسے عراق وعرب وایران وغیرہ مین ہوتی ہے بلکہ ہندوستان کے تو غیر اقوام کو بھی انھین حضرات نے حضرت سید الشہدا کا عزادار بنا دیا چنانچہ شب عاشور زمانہ شاہی مین حضرت سلطان العلما اعلی اللہ مقامہ مع اپنے صاحبزادون کے لکھنؤ مین گشت فرماتے تھے کیسہ ہائے زر واشرفی خادمون کے ہاتھ مین ہوتے تھے اور ہزار ہا روپیہ بطریق نذر وچڑھاوا محض اہل تسنن واہل ہنود کے تعزیون پر چڑھاتے تھے اور ہر طرح سے انکو تحریص وترغیب وعظ ونصیحت واسطے ترویج عزاداری کے فرماتے تھے شاہان اودھ سے سفارش فرما کر عزاداروں کو انعام وجاگیر وغیرہ دلواتے تھے اور ان مبارک کامیابیون پر ارشاد فرماتے تھے کہ ہم نے غیر قومون کو اپنے امام مظلوم کا عزادار بنایا اور اپنے امام باڑے مین خود وہ جناب کئی روز ایام عزا مین یون تشریف لاتے تھے کہ عمامہ سبز سر اقدس پر گریبان چاک

آستین کہنیون تک اُلٹے ہوئے چشمہائے مبارک سے مثل دو نہرون کے اشک جاری
گریان و نالان ایک ہاتھ تو ذوالجناح کی باگ پر دوسرے ہاتھ سے ماتم کرتے ہوئے اور عقب
مین باجہ ماتمی بجتا ہوا ہوتا تھا مگر افسوس اُس مروج دین و حامی شرع متین کی کوششون کو
اپنی ناعاقبت اندیشی و بغرض اپنے اشاعت نام کے اپنے انوکھے فتوی و احکام صادر
کرکے نیست و نابود کیا جارہا ہے کہ اصل امر کے مقدار کا بھی خیال نہین رکھا جاتا چاہی عزاداری
دنیا سے مفقود ہوجاوے تعزیہ داری گریہ و زاری ہندوستان سے نیست و نابود ہوجاوے
مگر ہمارے نام کی اشاعت ضرور ہو جبکہ اغراض ذاتیہ کسی امر مین وابستہ ہونگے کبھی خلوص باقی نہین
رہ سکتا پھر تو جادہ اعتدال سے ہٹ جانا کوئی مشکل امر نہین جیسا کہ ۳۰ جون ۱۹۱۶ء کے واقعہ سے
ظاہر ہی کہ اپنی لکھی ہوئی تحریر وسے انکار کردیا گیا کیونکہ انکی اغراض ذاتی وابستہ تھے چونکہ جناب
مولانا سید ابوالحسن صاحب قبلہ نہایت ہی مستقل مزاج تھے وہ عدم منافی پالیسی سے متنفر ہین
اُنھون نے اپنی تحریر سے ایک ذرہ عدول و نکول نہین فرمایا اسیطرح خود ہی حضرت قاسم
کے پڑھنے کو منع کیا تھا اور جناب مولانا موصوف نے اسکے پڑھنے کو جب اپنا جواب مین
اُس کے رسائل بدلائل تحریر فرمائے اسی وجہ سے اُنکے مٹانے کی غرض
سے اُنکے فتوی پر غیر مہذب طریقہ سے اعتراض کیا جاتا ہی اور یون بدلا لیا جاتا ہے اور حق مٹائے سے
مٹتا نہین حالانکہ ۳۰ جون کی کارروائی سے مکر جانیکا ایسا الزام ہی کہ خدا کی خدائی میں جسکو کوئی شخص الخضرات
پر سے نہ ہٹا سکیگا خیر آمدم بر سر مطلب اصل واقعہ یہ ہی کہ جناب مولانا سید ابوالحسن صاحب قبلہ نے
ایک فتوی ماتمی باجے کے جواز کا دیا بعض حضرات علمائے عدم جواز کا فتوی دیا اور اسپر اکتفا
نفرماکر ایک رسالہ ردّ المغالطہ لکھواکر ایک طالب العلم کے نام سے شایع کرایا جسمین انتہا درجہ کی تہذیب
سے کام لیا جسکے جواب مین مینے نہایت تہذیب سے یہہ چند اوراق لکھکر ہدیہ ناظرین کیے اُمید کرتا ہون
کہ جو صاحب اسکا جواب لکھین جادۂ تہذیب و انصاف سے عدول و استنکاف نفرماوین

فقط وما علینا الا البلاغ۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ

بعد تمہید بیان مذکور کے عزاداران و ماتم داران سید الشہداء علیہ الآلاف التحیۃ والثنا پر واضح رہے کہ منشاء رد المغالطہ سے محض عزاداری امام مظلوم کا بند کرنا ہے کیونکہ اس فرقہ کیطرف سے ہمیشہ ایک نہ ایک حملہ عزاداری پر ہوتا رہتا ہے۔ کبھی ضعیف روایتون کے پڑھنے کی ممانعت کیجاتی ہے۔ کبھی منہدی حضرت قاسم کی حرمت ثابت کی جاتی ہے منتی ناڑا پہنانا حرام کیا جاچکا روز عاشورا مومنین کو اطعام جو امام مظلوم کی حاضری کے طور پر کھلایا جاتا ہے اسکی ممانعت کیجاچکی حدیث خوانی و مرثیہ خوانی کی اُجرت حرام ہوچکی اب ماتمی باجہ کی حرمت کی جارہی ہے اسکے بعد ابھی بہت سی چیزین باقی ہین مثلاً اودی کا چٹانا عورتون کی نوحہ خوانی جو نامحرم سنتے ہین سینہ زنی و ماتم جس سے خون جلد شق ہوکر نکلتا ہے زنجیرون کا ماتم یہ سب موقوف کرانا چاہیے یا جواز کے ادلہ بتاؤ اسیطرح سے قبر مین امام حسینؑ کا نام سنکر گناہگار کا رونا اور اسوجہ سے بخشدیا جانا زن فاحشہ کا ماتم مین آنا اور آگ پھونکنے سے آنسو نکلنا اور بخشدیا جانا و دعبل و سید اسماعیل حمیری کی بدکاری اور مرثیہ گوئی سے نجات پانا علمار کا اس قسم کے قصہ لکھنا اور مجالس مین پڑھنا یہ سب حرام قرار دو یا اسکا اثبات قواعد اصولیہ اعتقادیہ سے کرو بہر حال سلف سے علمار کا عزاداری کے متعلق یہ شعار رہا ہے کہ اُسکی ترویج کی کوشش کرتے تھے اور اس بارے مین عوام کے اُمور مین مداخلت کبھی نہین کی تاکہ عزاداری کی رونق مین فرق نہ آوے لیکن آجکل کے ملّا نما ہاتھ دھوکر عزاداری کے پیچھے پڑے ہین نہ کوئی حلال رہا ہے نہ حرام ساری قابلیت عزاداری مین صرف ہوتی ہے جسکا خاص مقصود عزاداری کا بند کرنا ہے لیکن خوب سمجھو یہ خدا کا روشن کردہ چراغ ہے جو قیامت تک بجھانے سے نہ بجھے گا۔

اب اصل کتاب رد مغالطہ کا جواب سنو واضح ہو کہ حرمت باجہ کی رفع نفس ہے یا موجب اللہو

والباطل لہو وباطل کا حرام ہونا مجمع علیہ ہے البتہ حرمت باجہ کی جو کہ لہو ولعب سے خالی ہو اسمین اختلاف ہے معترض نے اُن چند ادلہ کو جمع کیا ہے جو اُس باجہ کے متعلق ہین جسمین لہو اور باطل ہو اور ان ادلہ کو پیش کرکے جواز فرد خاص کو انوکھا اجتہاد کہا ہے یہ ابلہ فریبی ہے انوکھی وہ شے ہوتی ہے جو نئی ہو اور کوئی دوسرا قائل جبکا نہو حالانکہ اس مسئلہ کا اختلافی ہونا خود معترض کے مسلمہ مفتیون کے فتاوی سے ظاہر ہے۔

جناب مولانا سید آقا حسن صاحب فرماتے ہین "بعض علمانے دف کی اجازت دی" اور جناب مولانا سید نجم الحسن صاحب فرماتے ہین "صورت مذکور مین بعض علماءنے اجازت دی ہے" پس منصفین فرماوین یہ انوکھی بات ہے کہ نہین ایک اختلافی مسئلہ مین کسی کے مختار کو انوکھا کہا جاوے خیر ہم کو بک بک سے سروکار نہین ہے جو چاہے لکھو زبان تھارے منھ مین ہے ہم کو صرف اُن ادلہ کی قلعی کھولنا ہے جو بزعم خود گاڑھی مشقت کا نتیجہ ہین۔

آپ فرماتے ہین "دف وطبل وتاشہ وغیرہ کا آلات لہو مین ہونا اور اُنکے بنانے اور استعمال کرنے کا مطلق حرام ہونا مجمع علیہ ہے اور اُنکی غایت مقصودہ کا جسکے لیے وہ بنائے گئے ہین لہو ولعب مین منحصر ہونا عقلا کے نزدیک از قبیل مسلمات ہے"

تائید مین اپنی صاحب معراج السعادۃ کا قول نقل کیا ہے وہ فرماتے ہین "جن آلات لہو کی حرمت اخبار سے ثابت ہوئی تھی وہ دو قسمون کے آلات ہین پہلی وہ قسم ہے جسکے حرام ہونے کی بالخصوص تصریح کی گئی ہے اور وہ طنبور وعود ومزمار وطبل ودف ہین اور انکی حرمت مین کوئی شبہہ نہین ہے۔

دوسری قسم وہ ہے جو فقط آلات لہو مین داخل ہونے کی وجہ سے حرام ہے پس اس قسم مین وہی آلات حرام ہونگے جو لہو ولعب کیواسطے بنائے اور مہیا کیے جاتے ہین اور اُنکو عرف مین آلہ لہو کہتے ہین"

فاضل نراقی کے اس بیان سے جو کچھ معلوم ہوا یہ ہے کہ باوجود اس تفریق وتقسیم کے اصل

علت حرمت کی لہو و باطل ہے منتہایہ کہ بعض آلات کا اسم اخبار مین درج ہے اور بعض من
باب مفہوم الموافقہ حرام ہوتے ہین ہرچند کہ اُنکا ذکر اخبار مین نہین ہے قسم اول کا استعمال
لہو ولعب مین اُسوقت مرسوم تھا اُنکا ذکر اخبار مین آگیا ہارمونیم دفونوگراف اُسوقت
نہ تھے اس لیے مذکور نہ ہوئے لیکن مناط حرمت صرف لہو ولعب رہا اور لہو لعب کے
لیے معد ہونا عرف پر چھوڑا گیا اور دف وغیرہ عرفاً آلہ لہو ہین لہذا حرام ہین اور اس حرمت
کا پتہ اخبار سے لگتا ہے اس دعوی سے بڑھکر کوئی دعویٰ نہ فاضل نراقی کا ہے اور نہ معترض
اکو مجال ہے جو لوگ ان آلات کی حرمت کے قائل ہین مطلقاً اُن کو بھی اس سے چارہ
نہین ہے کہ علت حرمت کی لہو کو قرار دین اور مناط حرمت لہو کو قرار دین
جیسا کہ مولانا سید ناصر حسین صاحب بھی اپنے ایک جواب مسئلہ شایع شدہ مین مناط حرمت
لہو کو قرار دیتے ہین وہ فرماتے ہین "بعض آلات خاص صدائے لہوی کے لیے وضع ہوئے
ہین اور بعض صدا کے لیے وضع نہین ہوئے ہین" پس صدائے لہوی حلت وحرمت مین
مناط رہے اور اس سے اُنکو بھی کوئی چارہ نہین جو مطلق عدم جواز کے قائل ہین - اب یہ کہنا
کہ مستند ہمارا روایت ہے نہ علت یہ بنوٹ ہے علت بھی تو روایت ہی سے معلوم ہوئی اور حلت
وحرمت احادیث ہی سے معلوم ہوتی ہے کون اسکا انکار کرتا ہے مگر روایت بھی ناظر علت لہوی
پر ہے بیشک آلات لہو حرام ہین دف ہو یا کفش کسکو اسمین کلام ہے کلام اگر ہے تو اس باب مین
کہ یہ آلات فی نفسہ حرام ہین یا انکا اعمال حرام مین حرام ہے فی نفسہ کوئی شے حرام نہ تھی الا لجہۃ
والمصلحۃ ہرچند کہ وہ مصلحت نامعلوم ہو بلاجہت کوئی حکم کارسفیہ ہے پس حرمت ان آلات کی اخبار
مین مذکور ہونا بغیر علت نہین ہے اطلاقات اخبار کے مطلق حرمت کو بیان کرتے ہین اس بنا پر
یہ سمجھنا کہ یہ فی نفسہ حرام ہین بدون علت لہوی یہ غلط ہے اسلیے کہ تعمیم دفع ہوتی ہے ان
اخبار سے جن مین صراحتاً علت یا ضمناً مذکور ہے چنانچہ منجملہ ایک درجن اُن حدیثون کے
جو معترض نے گنائے ہین نصف درجن مین علت

و، و ۹ و ۱۲ کسی مین آلات لہو کہا ہے کسی مین موجب مفسدہ کسی مین ذکر خدا سے باز رکھنے والا جب ان صفات کا ذکر ہی بیان حرمت کے ساتھ تو اصل حرمت غرض وغایت مین رہی نہ خود شئے مین جیسے "الخمر حرام لانها مسکر" شراب حرام ہے اس لیے کہ وہ مسکر ہے اب جہان یہ علت ہوگی وہ شئے حرام ہوگی چونکہ ان آلات کا استعمال لہو ولعب مین ہوتا ہے لہذا حرام ہین ہم یہ نہین کہتے کہ حلت وحرمت مین علت اصل ہے بلکہ اصل حکم آمر ہے اور حکم آمر بدون علت نہین ہوتا ہرچند کہ علت مجہول ہو اور جہان کہین علت صراحتًا یا ضمنًا مذکور ہو وہان امر آمر مین لحاظ علت کرین گے تشخیص موضوع کے واسطے ہم باجون کو اس لیے حرام نہین سمجھتے کہ اُنکی حرمت اخبار مین وارد ہے بلکہ اس لیے حرام کہتے ہین کہ اُنمین وہ علت ہے جو اخبار مین منع کی گئی ہے اگر اخبار مین علت مذکور نہ ہوتی تو بیشک حرمت اُنکی مطلق ہوتی۔

فاضل نراقی کے کلام سے اتفاق حرمت پر بیان کرنا مسلم ہے کسی کو اختلاف نہین لیکن یہ اجماع واتفاق ملاہی وآلات لہو کے استعمال پر ہے معترض کو اس سے کیا فائدہ ہوتا ہے اگر انحصار لہو ان آلات مین ہو یا استعمال ان کا بغرض لہو ہو البتہ حرام ہے لیکن کیا اسپر اتفاق ہے کہ ان آلات کا استعمال بدون ارتکاب لہو اور بدون قصد لہو بھی حرام ہے اجماع محصل کیا اجماع منقول کے بھی لالے ہین بلکہ اتفاق کا ثبوت بھی معترض کی تحریر بھر مین نہین ہے۔

معترض کا یہ کہنا کہ جو چیز فی نفسہ حرام ہے وہ کسی غرض صحیح کی وجہ سے جائز نہین ہوسکتی۔ یہ بالکل غلط ہے اولاً ثبوت اسکا کہ باجہ فی نفسہ حرام ہی کیا ہے۔ ثانیًا جو چیز فی نفسہ حرام ہو اُسکا کسی غرض صحیح کی وجہ سے جائز نہ ہونا یہ بھی ثبوت کا محتاج ہے خود معترض حدیث نمبر ۵ مین دیکھے "البتہ اگر وہ ایسی چیز ہو جسمین کوئی منفعت ملحوظ رہے تو اُسکا یہ حکم نہ ہیگا"

اس تناقض کا کیا جواب ہے

رہا استاد شیخ مرتضیٰ رحمہ اللہ سے استدلال اولاً انکا یہ دعویٰ کہ "ایمن لو یا بین العلماء اختلاف نہین ہے" غیر مسلم ہے عصیر عینی دہن متنجس اور استعمال متنجسات منتفع بہا منافع مقصودہ محللہ مین مثل نجس چربی واسطے صابون کے اور طین نجس یا فضلات حیوانی و انسانی کا استعمال زراعت وغیرہ مین یہ فی نفسہ حرام ہین لیکن استعمالات ان کے حلال اشیاء مین حلال ہین یا حفاظت کتب ضلال جیسا کہ در وس مکاسب حاشیہ ارشاد خلاف مبسوط شرایع کفایہ ذکرے قواعد ارشاد تحریر وغیرہ مین استعمال اشیائے محرمہ کا اغراض حلال و منافع جائزہ مین جائز جانا ہے بس قول اُستاد شیخ مرحوم لائق قبول نہین ہے۔

ثانیاً اس کلیہ کی رد خود حضرت امام جعفر صادقؑ کی حدیث کا آخر فقرہ ہے "الا فی حال تدع الضرورة الی ذلك" مگر جس حال مین کہ ضرورت داعی ہو اُس کی طرف پس یہ کلیہ نہ ہوا کہ جو شے فی نفسہ حرام ہے وہ کسی غرض صحیح کی وجہ سے جائز نہین ہوسکتی۔

اب رہا آلات مذکورہ کا موضوعات محرمہ مین داخل ہونا اولاً یہ غیر مسلم ہے اعلان حرب کے لیے اور کبھی اظہار شان کے لیے ان کی وضع ہوتی ہے ڈنکا اور ڈھنڈورا اور فوج کے لیے بھی وضع ان کی مسلمات سے ہے۔ اور بفرض تسلیم کہ یہ موضوعات محرمہ مین داخل ہین اور اس سے استدلال کہ اُسکا استعمال کسی امر مباح مین بھی جائز نہین یہ غیر مسلم ہے جیسا کہ گذرا۔ اور جناب شیخ جعفر نجفی رح کی نسبت تسامح کا کہنا غیر صحیح اور گستاخی ہے اُن کی شان مین۔

اسیوجہ سے ملا محسن کاشانی اور آقا شیخ جعفر اور آقا شیخ مرتضیٰ انصاری اور آقا شیخ زین العابدین مازندرانی رحمہم اللہ اور آقا الشیخ محمد حسین مازندرانی مدظلہ قائل بجواز ہین اُن کے نزدیک حرمت ان آلات کی غایات فاسدہ کی وجہ سے ہے فی نفسہ حرام نہین ہین اور یہی مولانا کا بھی مختار ہے کوئی انوکھی بات نہین اب رہا معترض کا وہ اعتراض